قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین

از قلم پروفیسر سید وحید اشرف، صدر شعبۂ عربی، فارسی، اُردو
دانش گاہ مدراس

برہان مئی، جون کے شمارے میں دو قسطوں میں ایک مضمون زیر عنوان "ھل کنت الا بشراً رسولا" (×) نظر سے گذرا۔ مضمون پڑھنے سے معلوم ہوا کہ یہ مضمون پروفیسر عنوان چشتی کے کسی مضمون کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ دو یا چند دانشوروں کے درمیان جب کوئی علمی مباحثہ ہو تو اس سے بڑے فوائد حاصل ہوتے ہیں اور علم و فکر کے نئے نئے گوشے سامنے آتے ہیں۔ تحقیق کے لیے نئی راہیں کھلتی ہیں جس سے حقیقت تک رسائی میں مدد ملتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مباحثہ کا مقصد اظہار تفاخر نہیں بلکہ حقیقت کی تلاش ہو۔ اس میں کسی کو فاتح اور دوسرے کو مفتوح ہونے کا احساس بھی نہ ہونا چاہیئے کیونکہ تحقیق میں بڑے بڑے عالموں سے بھی لغزش ممکن ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری (م سنہ ۷۸۲ھ) لکھتے ہیں کہ اگر تحقیق کے

(×) یہ عنوان برہان مئی جون کے شمارے میں ہے۔ حالانکہ اس عنوان کی ترکیب غور طلب ہے۔ (سید وحید اشرف)

یے یہ شرط قرار دے دی جائے کہ محقق سے ہرگز لغزش نہ ہونا چاہیے تو تحقیق کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ تحقیق میں صوفیہ سے بھی غلطی ممکن ہے۔

زیر نظر مضمون کا مقصد نہ کسی کا دفاع ہے اور نہ کسی کا جواب بلکہ اس کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس بحث میں جو امور ابھی محتاج دلیل ہیں اور جو گوشے نظر سے مخفی ہیں وہ نمایاں ہو جائیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ برہان میں مئی اور جون کے شمارے کے مضمون نگار اس موضوع پر دوبارہ بھرپور روشنی ڈال کر مجلہ برہان کے ذریعہ سب کو علم و ہدایت سے بہرہ ور ہونے کا موقع دیں گے۔

برہان میں مضمون کی دونوں قسطوں کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ پروفیسر عنوان چشتی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کو عام بشریت سے ممتاز سمجھتے ہیں اور وہ آپ کو نور مجسم کہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں خود آپ کو نور کہا گیا ہے۔ (پروفیسر عنوان چشتی کا مضمون ہماری نظر کے سامنے نہیں ہے) لیکن مضمون نگار کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مجسم ہونے سے انکار ہے۔ وہ آپ کی بشریت کو دوسروں کی بشریت سے ممتاز نہیں سمجھتے اور اس لیے قرآن میں آپ کے لیے جو لفظ نور آیا ہے اس کی تاویل کرتے ہیں۔ اپنے مضمون میں انھوں نے تین امور کو موضوع بحث بنایا ہے، ایک بشریت رسول، دوسرے علم غیب اور تیسرے کیا رسول اکرم نور مجسم ہیں۔

بشریت کے ثبوت میں مضمون نگار نے قرآن کی وہ آیات نقل کی ہیں جن میں رسول کے بشر ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔ ان آیات میں بعض ایسی بھی ہیں جن میں بشر کی مزید وضاحت مثلکم کہہ کر کی گئی ہے (قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ)۔ اس بحث میں چند ضروری وضاحت طلب امور پر کوئی

روشنی ڈالی نہیں گئی ہے۔ جن کو حل کیے بغیر علمی طور پر کوئی نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا۔

اول یہ کہ مضمون نگار کو خود اعتراف ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سبھی مومنین اور کفار بھی بشر ہی سمجھتے تھے۔ اس کا ثبوت بھی خود قرآن میں موجود ہے۔ ایسی صورت میں آپؐ کو خدا کی طرف سے یہ حکم دیا جانا کہ آپؐ کہہ دیں کہ میں بشر ہوں بالکل غیر فطری اور غیر ضروری ہے۔ اگر میں اپنے ہم جنس لوگوں سے اپنا تعارف اس طرح کراؤں کہ اے لوگو! میں بشر ہوں تو لوگ مجھے دیوانہ کہیں گے۔ یہ تو وہی کہہ سکتا ہے کہ جس کے اوصاف مافوق البشر ہوں اس لیے غلط فہمی کے ازالہ کے لیے وہ کہے کہ میں بشر ہوں مافوق البشر نہیں ہوں۔ لیکن اس سبب سے یہ بشریت بھی عام بشریت سے ممتاز ہو جاتی ہے۔

ہماری زبان کا یہ محاورہ ہے کہ کبھی کبھی ایک انسان خود اپنے کو اس طرح کہتا ہے کہ میں بھی ایک انسان ہوں۔ اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ بھی گناہ یا خطا کر سکتا ہے اور نبی کی بشریت خطا و گناہ سے پاک ہے۔

دوسرے یہ کہ تمام آیات میں بشر لفظ ہے لیکن بعض آیات میں مثلکم بھی لگایا ہے یعنی تمہاری طرح۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ یہ خطاب کفار سے کیا گیا ہے۔ اس لیے اب یہاں مثلکم کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔؟

تیسرے یہ کہ مضمون نگار نے بشر، آدمی، انسان کو یہ کہہ کر ایک کر دیا کہ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ان لفظوں کا اطلاق ایک نوع کی مخلوق پر ہوتا ہے لیکن ان میں سے ہر لفظ کی معنویت جدا جدا ہے۔ اسمائے صفات ایک ذات کے لیے ہوں پھر بھی ان اسماء کی معنویت میں فرق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر بھی ہے اور حکیم۔ یہ دونوں اسمائے صفات معنی کے اعتبار سے جدا جدا ہیں اگرچہ ان کا اطلاق ایک ہی ذات پر ہوتا ہے۔

کا ان یہ ہے کہ قرآن کی آیات میں رسول کے لیے صرف لفظ بشر کیوں استعمال ہوا ہے انسان یا ولد آدم کیوں نہیں استعمال ہوا۔؟

میں یہاں اس امر کی طرف بھی متوجہ کرتا چلوں کہ بشر لفظ بشرہ سے ہے۔ اس کے معنی ہیں ظاہر جلد۔ اس کے مقابلہ میں اَدَمَہ ہے جس کے معنی ہیں باطن جلد۔ یعنی انسان کی ظاہری جلد سے ہم پہچان لیتے ہیں کہ یہ بشر ہے یعنی اولاد آدم سے ہے۔ المنجد میں اگرچہ صرف ظاہر جلد لکھا ہے لیکن یہ لفظ صرف انسان کی ظاہر جلد کے لیے مخصوص ہے غالباً امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں اس کی تصریح کردی ہے۔ (جو اس وقت میرے پیش نظر نہیں ہے)۔ تاہم یہ بات بدیہی ہے کہ بشرہ نوع بشر ہی کی ظاہری جلد کو کہتے ہیں۔ انسان کو آدمی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہے اگر حضرت آدم کا نام سادم ہوتا تو ہم سادمی کہلاتے۔ اسی طرح لفظ انسان کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ اب یہ ظاہر ہے کہ انسان کو بشر کہنے کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ ظاہر جلد سے پہچان لیا جاتا ہے کہ وہ نسل آدم سے ہے یعنی آدمی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان تمام مترادفات میں سے رسول کے لیے صرف لفظ بشر کا استعمال کیا معنویت رکھتا ہے۔؟

مضمون نگار نے دوسری بحث علم غیب رسول پر کی ہے۔ اور علم غیب رسول سے انکار کیا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ عالم الغیب صرف خدا کی ذات ہے اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے۔ لیکن مضمون نگار نے ان آیات سے قطعی صرفِ نظر کرلیا ہے جن میں کہا گیا ہے کہ خدا جسے چاہے علم غیب عطا کرے۔ ان آیات کی موجودگی میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب علم غیب صرف خدا کی صفت ہے تو خدا خود کیوں فرماتا ہے کہ وہ جسے چاہے علم غیب عطا کردے۔

دوسرے یہ کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال موجود ہیں۔ جن سے غیب دانی کا اظہار ہوتا ہے۔ قرآن ہی میں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول موجود ہے کہ جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو وہ سب میں بتاتا ہوں (سورۂ آل عمران)

یہی نہیں بلکہ اسلام کے بڑے بڑے جلیل القدر علماء مثلاً عبدالقادر جیلانی مولانا جلال الدین رومی، سید اشرف جہانگیر سمنانی، خواجہ شیرازی، حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین اور سیکڑوں بزرگان دین کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان پر غیب کا علم ظاہر ہوتا تھا۔ اسلام کے اجلۂ علماء کی تحقیقات و انکشافات کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے سامنے بھی قرآن تھا اور وہ قرآن پر عام لوگوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ عامل اور پیرو سنت تھے۔ اس لیے علم غیب پر بحث کرنے کے لیے ان امور کو بھی شامل کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی بحث تشفی بخش نہیں ہو سکتی۔ البتہ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ عالم الغیب صرف خدا کی ذات ہے۔ اور اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے اور بندہ اپنی ذات اور اپنی تمام صفات میں خدا کا محتاج ہے یعنی بندہ کی ذات اور ہر صفت خدا کی عطا سے ہے۔

مضمون نگار کی تیسری بحث کا موضوع یہ ہے کہ کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نور مجسم ہیں مضمون نگار نے اس سے انکار کیا اور قرآن کی آیت کی تاویل کی ہے۔ اس بحث میں ان کا طریقۂ کار یہ ہے کہ انھوں نے نور کی تعریف کرنے کی کوشش کی ہے اور کتب لغت اور بعض اہل علم کے اقوال کو پیش کیا ہے ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے نور کی تعریف کرنے کی کوشش کی ہے ان کے پاس سوائے اٹکل کے کوئی وسیلہ نہ تھا۔ اُن سے استناد کرنا درست نہیں ہے۔ موجودات کے بارے میں اگرچہ آج انسان

کا علم بہت بڑھ چکا ہے۔ پھر بھی ابھی بہت ناقص ہے۔ موجودات کے بارے میں قرآن میں جگہ جگہ کچھ اشارے ملتے ہیں جو بہت غور طلب ہیں۔ صوفیائے اسلام نے موجودات کے بارے میں اپنی تحقیقات پیش کی ہیں۔ لیکن ان کی تحقیق کا طریقہ سائنسی طریقہ سے مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے تزکیۂ نفس کرو اور دل کی آنکھ کھولو تو تم پر وہ چیزیں ظاہر ہو جائیں گی جو غیب میں ہیں۔ ان کا علم یا کشفی ہے یا نظری ہے یا کلامی ہے یا ان تینوں کو شامل ہے۔ موجودات کے بارے میں صوفیہ نے جو کچھ کہا ہے آج سائنس اپنے تجربات سے ان کی تصدیق کر رہی ہے لیکن ابھی صوفیہ کی بہت سی تحقیقات یا ان کے مکشوفات کی تصدیق سائنس کے ذریعہ ہونا باقی ہے۔ انھیں موجودات میں ایک سے نور ہے۔ خدا خود نور ہے جس کی کُنہ کو عقل سے نہیں سمجھا جا سکتا۔ نور مخلوق بھی ہے۔ اس لیے نور اور نور میں فرق بھی ہے۔ خالق اور مخلوق میں فرق ہونا ضرور ہے۔

یہ موجودات کیا ہیں۔؟ اس کا جواب مختلف طریقوں سے دیا گیا ہے۔ یہاں تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں۔ لیکن اب تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ مادّہ ایک ظاہری شکل ہے اور حقیقت و ماہیت کے اعتبار سے مادّہ کا وجود نہیں ہے۔ مادّہ مجسم انرجی ہے اور انرجی غیر مادّی ہے۔ روشنی آواز اور حرارت یہ سب انرجی ہیں ایک انرجی کو دوسری انرجی میں بدلا جا سکتا ہے مثلاً روشنی کو آواز میں اور آواز کو روشنی میں بدل سکتے ہیں۔ پہلے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ہر شے کا ایک جزو لا یتجزیٰ ہوتا ہے اور اسی اجزائے لا یتجزیٰ سے متشکل ہوتی ہے۔ لیکن سائنس نے ایٹم کو تحلیل کر کے دکھایا کہ جسے لا یتجزیٰ سمجھتے تھے اسے بھی تحلیل کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ تحلیل ہونے پر صرف

حرارت بن جاتا ہے۔ ایٹم بم کے ٹوٹنے سے یہی حرارت پیدا ہوتی ہے جو تباہی مچاتی ہے۔

اب جب کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہر شئے مجسّم انرجی ہے تو خواہ وہ جمادات ہوں، حیوانات ہوں، نباتات ہوں، ہوا، پانی، انسان، ہر ایک مجسم انرجی ہے خواہ ان کا وجود توالد و تناسل کے ذریعہ ہوا ہو یا کسی اور ذریعہ سے۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے رسولؐ کے جسم کی انرجی لطیف ترین نور ہے اور آپ نور مجسّم ہیں کیونکہ نور بھی انرجی ہے۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ انرجی اور انرجی میں فرق ہے۔ روشنی کو دیکھ سکتے ہیں، سُن نہیں سکتے اس روشنی سے مراد وہ روشنی ہے جو دیکھی جا سکتی ہے۔ نور کی لطافت ایسی بھی ہو سکتی ہے جو ہر ایک کو نظر نہ آئے۔ مثلاً فرشتے نوری ہیں مگر ہر ایک کو نظر نہیں آتے۔ آواز کو سُن سکتے ہیں دیکھ نہیں سکتے۔ حرارت کو محسوس کر سکتے ہیں اور دیکھ نہیں سکتے اسی طرح ایک مادّہ کی انرجی اور دوسرے مادہ کی انرجی میں فرق ہو سکتا ہے اس ایک مثال سے سمجھئے۔

ایک بوتل میں کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس بھر دیجئے اور دوسرے میں آکسیجن گیس بھر دیجئے۔ دونوں کو ہوا کہیں گے۔ یعنی کاربن ڈائی آکسائیڈ بھی ہوا ہے اور آکسیجن بھی ہوا ہے۔ اب کاربن ڈائی آکسائیڈ میں ایک زندہ کیڑا ڈال دیجئے وہ اس میں مر جائیگا۔ ایک نیم جاں کیڑے کو آکسیجن گیس میں ڈال دیجئے اس میں تازگی آ جائے گی۔ دونوں ہوا ہیں لیکن دونوں میں یہ تضاد کہ ایک دوسرے کے بالکل برعکس۔ اب اگر ہم قرآن کی آیات پر غور کریں کہ مشرکین کو زندہ نہ کہو یہ چلتے پھرتے مردہ ہیں تو یہ اس طرح بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ مشرکین جس انرجی سے بنے ہیں اس میں موت کی خاصیت ہے جیسے کاربن ڈائی آکسائیڈ۔

کاربن ڈائی آکسائیڈ کے صاف کرنے کا قدرتی اور سائنسی طریقہ بھی ہے۔ اسی طرح انسان اپنے نفس کی گندگی کو صاف کر سکتا ہے۔ اور اس کا ذریعہ ہے ایمان اور اطاعت الٰہی، پیروی سنت اور ذکر الٰہی۔ چنانچہ صوفیہ کے تجربات میں ملتا ہے کہ ذکر کے ذریعہ جب انھوں نے مکمل تزکیۂ نفس کر لیا تو ان کا جسم نورانی ہو گیا یعنی وہ بھی نور مجسم ہو گئے۔ سید اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی حدود ۸۲۹ھ) نے چشم دید واقعہ بیان کیا ہے کہ سید جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرے میں ذکر کر رہے تھے۔ دوران ذکر ان کا جسم نور بن کر پھیلتا گیا اور پورا حجرہ نور سے بھر گیا۔ اور جسم غائب ہو گیا۔ اس کے بعد وہ نور سمٹنا شروع ہوا۔ اور جسم بن گیا۔ یہ بات ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے لیکن عقل کہتی ہے اگر ہمارے جسم کی انرجی میں کوئی گندگی ہے تو اس کے صاف ہونے کا طریقہ مذہب کو بتانا چاہیے اور صرف اسلام ایسا مذہب ہے جو یہ طریقہ بتاتا ہے۔ قرآن نے اطاعت الٰہی، پیروی سنت اور ذکر الٰہی کو ہی تزکیہ کا طریقہ بتایا ہے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آدمی سنت کی پیروی کر کے اور ذکر الٰہی کے ذریعہ اپنا جسم نورانی بنا سکتا ہے تو رسول کے نور مجسم ہونے کی کیا تخصیص باقی رہ گئی جس کا ذکر قرآن میں ہے۔؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کہا جا چکا ہے کہ انرجی اور انرجی میں فرق ہے۔ اسی طرح نور اور نور میں فرق ہے۔ سورج کی روشنی، چاند کی روشنی، موم کی روشنی اور دوسری روشنیوں میں فرق ظاہر ہے۔ ایک نور دوسرے نور کے مقابلے میں زیادہ بسیط ہو سکتا ہے اور یقیناً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور عام مخلوقات کے نور سے زیادہ لطیف ہے۔ اور یہ واقعہ معراج سے

بھی ثابت ہے۔

مضمون نگار نے نور کی تعریف کر کے ایک اشکال پیدا کیا ہے لیکن اشکال کا سبب یہ ہے کہ مضمون نگار نے نور کی تحقیق میں غلط استناد کیا ہے۔ اور یہ غلطی بدیہی ہے۔ مضمون نگار نے ایک قول یہ پیش کیا ہے کہ نور وہ ہے جس پر نگاہ نہ ٹھہر سکے اور پھر سوال کیا ہے کہ کیا قرآن پر جس کو نور کہا گیا ہے نگاہ نہیں ٹھہرتی ؟ یہاں مضمون نگار سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا کاغذ کا نام قرآن ہے ؟ یا روشنائی کا نام قرآن ہے ؟ یا حروف کی شکلوں کا نام قرآن ہے۔؟ پھر حافظ قرآن کے سینے میں جو قرآن محفوظ ہے اس میں نہ کاغذ ہے نہ سیاہی اور نہ حروف تو وہ کیا ہے۔؟ اس سے ظاہر ہے کہ مضمون نگار نے نور کی جس تعریف کو سند قرار دیا ہے وہ درست نہیں ہے۔ اور قرآن کے نور ہدایت ہونے میں کسی مسلمان کو شک نہیں ہو سکتا یعنی یہ ایک کتاب ہدایت ہے۔

اب فرض کیجیے کہ نور کی حقیقت ہمیں نہیں معلوم۔ سائنس کے انکشافات اب ہوئے ہیں۔ صوفیہ کے مشاہدات روحانی تجربات پر مبنی ہیں جس کے لیے دل کی آنکھ کھولنا شرط ہے۔ ان حالات میں ہمارے رسولؐ کے بارے میں خدا نے جو فرمادیا کہ آپ نور ہیں (قد جاءکم من اللہ نور) تو کیا ہمیں اس کی تائید بغیر کسی تاویل کے نہ کرنی چاہیئے ؟ اگر ہم رسول کو نور مجسم مان لیں تو اس سے ایمان میں کون سی بدعقیدگی پیدا ہوتی ہے ؟ جب کہ خدا نے خود ہی آپ کو نور کہا ہے تو اس کی تاویل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔؟ بغیر ضروری علم کے تاویل میں گمراہی کا امکان نہایت قوی ہے۔ آیا عقل کی اس گمراہی سے بچنا بہتر ہے یا خدا کے قول کی تائید کر کے رسول کو

کو نور مجسم اور نور ہدایت مان لینا بہتر ہے۔ ؟ رسول کا ہادی ہونا اظہر من الشمس ہے یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نور ہدایت بھی ہیں اور نور مجسمؐ بھی۔

یہاں یہ شبہ کیا جا سکتا ہے کہ میں پروفیسر عنوان چشتی کا دفاع کر رہا ہوں لیکن میرا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے۔ ہاں میں نے اپنے عقیدہ کا اظہار کر دیا ہے اور اس کی توجیہہ بھی پیش کر دی ہے لیکن ساتھ ہی اس توجیہہ میں سوال بھی ہے تاکہ مضمون نگار اپنے مضمون میں ان سوالات کو داخل کر لیں۔ اور اپنے جواب سے ہمیں ہدایت حاصل کرنے کا موقع فراہم کریں۔ پروفیسر عنوان چشتی کا مضمون میرے پیش نظر نہیں ہے لیکن اگر وہ بشریت رسول کے قائل ہیں اور اس بشریت کو عام بشریت سے ممتاز سمجھتے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور مجسم بھی مانتے ہیں تو ان کا ایمان قرآن کے قول کے بالکل مطابق ہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اُن کے طرز استدلال میں کوئی کمزوری واقع ہو گئی ہو جس کے بارے میں اس وقت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ طرز استدلال میں کوئی کمزوری ہونا اور بات ہے، اصل چیز حق بات کا اظہار کرنا ہے۔ البتہ ایک عالم قرآن سے یہ توقع کی جانی چاہیئے کہ قرآنی موضوعات پر اس کا طرز استدلال قوی ہو اور کمزوریوں سے زیادہ سے زیادہ پاک ہو۔

(ختم شد)